

سلسلہ چشتہ سلیمانیہ کے تناظر میں مشہور ملفوظاتی ادب کا تعارفی مطالعہ

“An Introductory Study of Prominent Malfūzāt Literature in the Context of the Chishtī Sulaymānī Sufi Order”

Khalil ur Rehman

PhD Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic Gomal University,
D.I. Khan, KPK, Pakistan.
Email: qarikhalilrehman0@gmail.com

Dr Muhammad Naseer (Corresponding Author)

Assistant Professor, Department of Islamic Studies & Arabic
Gomal University, D.I. Khan, KPK, Pakistan.
Email: m.naseer7119@gmail.com

Abstract

This article offers an introductory study of selected Malfūzāt collections associated with the Chishtī Sulaymānī Sufi order. It examines how these compilations preserve spiritual insights, ethical teachings, and reformative vision of major Sufi figures linked to the tradition. The study focuses on important works such as Basharat al-Abrar, Faizan-e-Merwai, Guldasta Nasiriyyah ma‘ Anwar Fakhriyyah, Zia al-Kawkab al-Durri, and the Malfuzat of Khwaja Allah Bakhsh Tonsvi. These texts are not merely records of sayings; they reflect a living intellectual and spiritual culture in which guidance, discipline, moral formation, and social awareness remain closely connected. The article argues that these collections are valuable not only for understanding the inner world of Chishti-Suleimani spirituality, but also for tracing the wider religious, literary, and cultural history of the region. By bringing these works into one discussion, the study highlights their shared concern for self-purification, devotion, human refinement, and continuity of spiritual authority. It also shows that malfuzat literature served as a bridge between personal spiritual experience and collective religious memory.

Keywords:

Malfūzāt, Chishtī-Sulaymānī Order, Sufism in South Asia, Spiritual Heritage, Sufi Ethics, Religious and Literary Tradition.

ARTICLE INFO

Article History:

Received:

20-03- 2026

Revised:

21-03- 2026

Accepted:

23-03- 2026

Online:

27-03- 2026



1. موضوع کا تعارف

سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ برصغیر کی اہم روحانی روایات میں شمار ہوتا ہے، جس نے اصلاحِ باطن، تزکیہٴ نفس، حسن اخلاق اور خدمتِ خلق کے ذریعے ایک نمایاں دینی و روحانی اثر قائم کیا۔ اس سلسلے کے اکابر کے ملفوظات محض اقوال کا مجموعہ نہیں بلکہ ان کی فکر، تربیت، روحانی بصیرت اور اصلاحی منہج کا معتبر آئینہ ہیں۔ یہی ملفوظاتی مجموعے اس روحانی روایت کے مزاج، اس کے علمی پس منظر اور اس کے عملی اثرات کو سمجھنے میں بھی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

زیر نظر مقالہ سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کے چند اہم ملفوظاتی مجموعوں کا تعارفی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس کا مقصد ان مجموعوں کی علمی و روحانی قدر کو واضح کرنا اور یہ دکھانا ہے کہ یہ ذخیرہ صرف صوفیانہ ادب نہیں بلکہ ایک زندہ دینی، اخلاقی اور تہذیبی روایت کا نمائندہ بھی ہے۔

2. سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کے تناظر میں ملفوظاتی ادب کا مطالعہ

بانی سلسلہ عالیہ چشتیہ سلیمانیہ، حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے ملفوظات نہایت اہمیت کے حامل ہیں اور بہت پر اثر ہیں، جو قارئین کے قلوب و اذہان کو معطر کر کے رکھ دیتے ہیں۔ انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، ان کے جلیل القدر خلفاء اور جانشینوں نے بھی ملفوظات نگاری کی روایت کو زندہ رکھا۔ زیر نظر مقالہ میں سلسلہ عالیہ کی دیگر اہم شخصیات کے ملفوظاتی مجموعوں کا جائزہ لیا جائے گا جنہوں نے خطے میں علم و ادب اور روحانیت کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔

سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کی روحانی اور دینی روایت میں کئی اہم ملفوظات کا مجموعہ شامل ہے جو نہ صرف صوفیائے کرام کے روحانی تجربات اور نظریات کو محفوظ کرتا ہے بلکہ ان کے پیروکاروں اور مریدین کے لیے رہنمائی کا ایک ذریعہ بنتا ہے۔ ان ملفوظات میں نہ صرف فرد کی اصلاح کا پیغام ہوتا ہے بلکہ معاشرتی اور روحانی ترقی کے لیے اہم نکات بھی شامل ہوتے ہیں۔ اس فصل میں سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کی زندگی اور ان کے ملفوظات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، جس میں خواجہ احمد میروی، خواجہ اللہ بخش تونسوی، اور پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی جیسے اہم شخصیات کے مجموعے شامل ہیں۔ ان مجموعوں کا مطالعہ روحانی، اخلاقی اور دینی پہلوؤں پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔

خواجہ احمد میروی کے ملفوظات کا نادر اور اہم مجموعہ بشارت الابرار ہے، جسے مولوی محمد نواز نے مرتب کیا اور مولوی نور حسین فتح جنگی نے تسہیل کیا۔ اس مجموعے میں خواجہ میروی کی 78 مجالس کا احوال شامل ہے، جو ان کے روحانی تجربات اور تعلیمات کی عکاسی کرتی ہیں۔ اس مجموعے کا مطالعہ ہمیں خواجہ میروی کی شخصیت کے نورانی پہلوؤں اور ان کی تعلیمات کا گہرا ادراک فراہم کرتا ہے، اور اس دور کے دینی اور روحانی ماحول کو واضح کرتا ہے۔

فیضانِ میروی خواجہ احمد میروی کے ملفوظات کا ایک اور اہم مجموعہ ہے، جسے مولانا فخر الدین بیر بلوی نے مرتب کیا۔ یہ مجموعہ خواجہ میروی کی تعلیمات اور روحانی اثرات کا ایک مختصر مگر جامع مجموعہ ہے، جو اردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس مجموعے کی اشاعت 2006ء میں ہوئی، جس کے نتیجے میں اس کے اثرات اور اہمیت مزید وسیع ہو گئی۔ اس مجموعے کا مطالعہ کرنے والے کو ایک نئی روحانی روشنی ملتی ہے، جو ان کی زندگی کے اصولوں اور تعلیمات کو بہتر سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔

"گلدستہ نصیر یہ مع انوارِ فخریہ" ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں بیر بل شریف کے صاحبزادہ نصیر الدین کی مرتب کردہ ملفوظات شامل ہیں۔ اگرچہ یہ مجموعہ براہِ راست خواجہ میروی کے ملفوظات پر مبنی نہیں ہے، لیکن اس میں خواجہ میروی کی روحانی شان اور بصیرت کا تذکرہ کیا

گیا ہے۔ یہ مجموعہ خواجہ میروی کی روحانیت کو اجاگر کرتا ہے اور ان کے اثرات کو مزید واضح کرتا ہے۔

ضیاء الکوکب الدری پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کے ملفوظات کا ایک عمدہ مجموعہ ہے، جسے حافظ سید حسن علی شاہ گیلانی نے مرتب کیا۔ اس مجموعے میں پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کی شخصیت اور ان کے اثرات کو بیان کیا گیا ہے، جو ان کی روحانی بصیرت اور حکمت کو اجاگر کرتا ہے۔ اس مجموعے کا مطالعہ ہمیں پیر سید حیدر علی شاہ کی تعلیمات اور ان کے اثرات کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کرتا ہے۔

"ملفوظات خواجہ اللہ بخش تونسوی" میں خواجہ اللہ بخش کی روحانی بصیرت اور حکمت بھری نصائح کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان ملفوظات میں خواجہ میروی کی شخصیت کے اثرات بھی شامل ہیں، جو اس وقت کے دینی حلقوں میں انتہائی معتبر سمجھے جاتے تھے۔ اس مجموعے کا مطالعہ کرنے سے ہمیں خواجہ اللہ بخش کی تعلیمات اور ان کے روحانی اثرات کا مکمل طور پر ادراک ہوتا ہے۔

ان تمام مجموعوں کا مطالعہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کی شخصیت اور تعلیمات نہ صرف ان کے پیروکاروں پر گہرا اثر چھوڑتی ہیں، بلکہ ان کے ملفوظات نے دینی اور روحانی دنیا میں ایک نئی روشنی پیدا کی۔ ان مجموعوں میں شامل ہر لفظ اور عبارت ایک تجربے کی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے، جو ہمیں اپنے روحانی سفر پر گامزن رہنے کی ترغیب دیتی ہے۔ چشتیہ سلسلے کے مختلف بزرگوں کے ملفوظات میں ان کی روحانی بصیرت اور دینی تعلیمات کا خزانہ محفوظ ہے، جو نہ صرف ان کے مریدین کے لیے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی اہم رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ بشارت الابرار اور فیضان میروی جیسے مجموعے خواجہ احمد میروی کی تعلیمات کی عکاسی کرتے ہیں، گلدستہ نصیر یہ میں خواجہ میروی کی روحانی شان کو بیان کیا گیا ہے، جبکہ ضیاء الکوکب الدری میں پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کی حکمت اور تعلیمات کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ، "ملفوظات خواجہ اللہ بخش تونسوی" میں خواجہ میروی کے اثرات کے تحت خواجہ اللہ بخش کی روحانی بصیرت اور حکمت بھری باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان مجموعوں کا مطالعہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کے ملفوظات نے دینی، روحانی، اور اخلاقی دنیا میں نئی روشنی پیدا کی اور ان کی تعلیمات عصر حاضر میں بھی انسانیت کی رہنمائی کر رہی ہیں۔ اس مجموعے کا مختصر تعارف مندرجہ ذیل ہے:

2.1 بشارت الابرار خواجہ احمد میروی کے ملفوظات

بشارت الابرار حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا ایک نادر اور اہم مجموعہ ہے جو نہ صرف ان کی روحانی بصیرت، تعلیمات اور تجربات کو نسلوں تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، بلکہ اس میں اُس عہد کے دینی، روحانی اور سماجی ماحول کی بھی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ خواجہ احمد میروی، جو کہ سلسلہ چشتیہ کے ایک عظیم بزرگ اور روحانی رہنما تھے، کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کا اثر ان کے پیروکاروں اور مریدوں پر گہرا تھا، اور ان کے اقوال نے لوگوں کی زندگیوں کو ایک نیا رخ دیا۔

اس مجموعے کی ترتیب کا فریضہ مولوی محمد نواز نے انجام دیا، جو خواجہ میروی کے مرید اور خلیفہ تھے، اور اس کی تسہیل مولوی نور حسین فتح جنگی نے کی تھی، جو بھی خواجہ میروی کے قریبی مرید تھے۔ یہ مجموعہ خواجہ احمد میروی کی وفات کے بعد اشاعت پذیر ہوا، اور کتب خانہ محمدی، لاہور کے ذریعے چھاپا گیا۔ کتاب میں 78 مجالس کا احوال شامل ہے جو خواجہ میروی کی زبانی ان کے روحانی تجربات، نصیحتیں اور تعلیمات کا تفصیل سے احاطہ کرتی ہیں۔ ہر مجلس میں خواجہ میروی کے خیالات اور ان کے روحانی مشاہدات کا بیان کیا گیا ہے، جو نہ صرف ان کے مریدین کے لیے رہنمائی کا باعث بنی، بلکہ ان کی تعلیمات نے ایک وسیع دینی اور روحانی اثر قائم کیا۔

اگرچہ اس مجموعے میں ترقیم ماہ و سال کا اہتمام نہیں کیا گیا، تاہم یہ ملفوظات اس دور کی اہم عکاسی کرتی ہیں جب خواجہ احمد میروی

نے میرا شریف میں اپنی خانقاہ کی بنیاد رکھی تھی اور ان کا اثر و رسوخ بڑھنا شروع ہوا تھا۔ یہ وقت اس لحاظ سے اہم تھا کہ خواجہ میروی کی شخصیت کا نورانی پہلو اس دور کے لوگوں کے لیے ایک روشنی کا کام کر رہا تھا، اور ان کی تعلیمات نے برصغیر میں دینی، روحانی اور اخلاقی ترقی کی نئی راہیں کھولیں۔ ان کی باتوں میں جو سادگی اور صداقت تھی، وہ لوگوں کے دلوں میں اتر کر ان کی روحانی زندگی کو مستحکم کرنے کا ذریعہ بنی۔

مجموعے کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہے کہ یہ نہ صرف خواجہ میروی کی شخصیت کو سامنے لاتا ہے بلکہ ان کی تعلیمات اور روحانی روشنی کی جڑیں اس وقت کے دینی اور روحانی ماحول میں جا کر پڑتی ہیں، جو ان کی روحانیت کی قوت اور اثر کو مزید وضاحت سے بیان کرتی ہیں۔ بشارت الابرار میں شامل ہر مجلس اور ہر نصیحت میں خواجہ میروی کی گہری حکمت اور دینی بصیرت کو محسوس کیا جاسکتا ہے، جو آج بھی ایک رہنمائی کے طور پر موجود ہیں۔ ان ملفوظات کا مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خواجہ احمد میروی کی تعلیمات نے نہ صرف اپنے مریدین بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھی تھی۔

اس مجموعے کی ترتیب و تسہیل میں مولوی محمد نواز اور مولوی نور حسین فتح جنگی کا کردار انتہائی اہم ہے۔ دونوں حضرات نہ صرف خواجہ میروی کے مرید اور خلیفہ تھے بلکہ ان کی گہری روحانی وابستگی اور بے پناہ عقیدت اس مجموعے میں واضح طور پر جھلکتی ہے۔ ان کی محنت اور جانفشانی سے خواجہ میروی کے بکھرے ہوئے اقوال کو جمع کیا گیا اور انہیں ایک مربوط شکل دی گئی جو آج بھی سالکین طریقت، محققین اور علم دوست حضرات کے لیے مشعل راہ ہے۔ بشارت الابرار نہ صرف خواجہ احمد میروی کی روحانیت کا خزانہ ہے، بلکہ یہ اُس وقت کے دینی اور روحانی ماحول کو سمجھنے کے لیے بھی ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

2.2 فیضانِ میروی

فیضانِ میروی حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے احوالِ حیات اور ملفوظاتِ عالیہ کا ایک نہایت جامع، مستند اور روحانی طور پر فیض بخش مجموعہ ہے۔ یہ کتاب محض اقوال کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک ایسی روحانی دستاویز ہے جو خواجہ میروی کی تعلیمات، ان کی شخصیت کی سادگی و گہرائی اور ان کی مجلسوں کے روحانی ماحول کو زندہ کر دیتی ہے۔ اس گراں قدر علمی خزانے کو مرتب کرنے کا شرف حضرت خواجہ میروی کے ممتاز مرید اور خلیفہِ مجاز، مولانا فخر الدین بیر بلوی کو حاصل ہوا۔

مولانا فخر الدین بیر بلوی، جو خود بھی ایک صاحبِ علم و نظر بزرگ تھے، 4 شعبان 1328ھ کو حضرت خواجہ احمد میروی کے دستِ حق پرست پر بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ اگرچہ انہیں اپنے شیخ کی ظاہری صحبت کا موقع ایک محدود عرصے کے لیے میسر آیا، لیکن اس قلیل مدت میں انہوں نے کمالِ عقیدت اور ذہانت کا ثبوت دیا۔ انہوں نے نہ صرف اپنے شیخ کی صحبتوں سے حاصل ہونے والے روحانی انوار و فیوض کو اپنے قلب و روح میں جذب کیا، بلکہ ان قیمتی لمحات اور ارشادات کو فوراً قلمبند کرنے کا بھی اہتمام کیا۔ ان کا اسلوبِ تحریر "دریا کو کوزے میں بند کرنے" کے مترادف ہے۔ انہوں نے اپنے شیخ کے ملفوظات کو انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس طرح مرتب کیا ہے کہ ہر قول اپنے اندر حکمت و معرفت کا ایک جہاں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ اختصار قاری کو اکٹھاٹ سے بچاتا ہے اور ہر جملے کی معنویت کو مزید گہرا کر دیتا ہے۔

فیضانِ میروی کو ابتدائی طور پر اردو زبان میں تحریر کیا گیا تھا، لیکن بد قسمتی سے اس کی تدوین کے بعد ایک طویل عرصے تک اہل علم و نظر سے پوشیدہ رہا اور گمنامی کے پردوں میں کھویا رہا۔ اس روحانی خزانے کو منظرِ عام پر لانے کا سہرا دورِ جدید کے محقق، پروفیسر محمد نصر اللہ معینی کے سر جاتا ہے، جنہوں نے ایک عظیم علمی و تحقیقی خدمت سرانجام دی۔ 2006ء میں، پروفیسر معینی نے اس مخطوطے پر جدید تحقیقی

اصولوں کے مطابق کام کیا اور اسے حواشی، تعلیقات اور ایک جامع مقدمے کے ساتھ شائع کروایا۔ ان کے اس تدوینی کام نے نہ صرف اس کتاب کو ضائع ہونے سے بچالیا، بلکہ اس کی افادیت، روشنی اور اثر انگیزی کو کئی گنا بڑھا دیا۔ جدید اشاعت نے اس کتاب کو ایک نئی زندگی عطا کی اور اسے عوام و خواص تک پہنچایا۔

فیضانِ میروی کا مطالعہ قاری کو براہِ راست خواجہ میروی کی مجلس میں پہنچا دیتا ہے، جہاں اُن کی پُر تاثیر گفتگو، روحانی بصیرت اور سادگی سے بھرپور تعلیمات دل پر گہرا اثر کرتی ہیں۔ اس کتاب کی تحریریں قاری کے دل و دماغ پر اس قدر گہرا نقش چھوڑتی ہیں کہ وہ اپنے وجود اور اپنی سوچ کو ایک نئی، مثبت اور روحانی روشنی میں دیکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب سالکینِ طریقت کے لیے ایک رہنما، محققین کے لیے ایک مستند ماخذ، اور ہر اس شخص کے لیے روحانی تسکین کا سامان ہے جو اسلامی تصوف اور سلسلہ چشتیہ کی تعلیمات سے شغف رکھتا ہے۔

2.3 گلدستہ نصیریہ مع انوارِ فخریہ

یہ مجموعہ، جسے خانقاہِ بیر بل شریف کے چشم و چراغ اور جلیل القدر عالم، صاحبزادہ نصیر الدین نے مرتب فرمایا ہے، اپنی نوعیت میں ایک منفرد علمی، تاریخی اور روحانی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ بظاہر یہ کتاب فاضل مؤلف کے اپنے خانوادے، یعنی بیر بل شریف کے بزرگانِ دین کے احوال و آثار اور خدمات پر ایک جامع تذکرہ ہے، تاہم اس کی اہمیت اس وقت دوچند ہو جاتی ہے جب اس میں میرا شریف کی عظیم روحانی شخصیات کا ذکر بھی نہایت عقیدت و احترام سے شامل کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب دو عظیم روحانی مراکز، بیر بل شریف اور میرا شریف، کے درمیان گہرے علمی و روحانی روابط کی ایک روشن مثال ہے۔

اس تصنیف کا بنیادی محور مرتب کے اپنے خاندان کی تاریخ اور ان کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا ہے۔ صاحبزادہ نصیر الدین نے نہایت عرق ریزی سے اپنے اسلاف کے علمی کارناموں، روحانی کمالات اور علاقے میں ان کے اصلاحی کردار کو قلمبند کیا ہے، جس سے یہ کتاب بیر بل شریف کے ورثے کو سمجھنے کے لیے ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، مؤلف نے میرا شریف کے بزرگوں، بالخصوص حضرت خواجہ احمد میروی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی سلسلے سے اپنی وابستگی اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے ان کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے، جو اس کتاب کو ایک وسیع تر تناظر عطا کرتا ہے۔

اگرچہ یہ تصنیف براہِ راست حضرت خواجہ میروی کے ملفوظات کو جمع کرنے کے لیے وقف نہیں کی گئی ہے، اور نہ ہی اسے بشارت الابرار یا فیضانِ میروی کی طرح خالصتاً ملفوظات کا مجموعہ کہا جاسکتا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کے صفحات میں جگہ جگہ خواجہ میروی کے ملفوظات کی خوشبو رچی بسی ہے۔ مرتب نے اپنے بیان کی تاثیر اور روحانی وزن بڑھانے کے لیے موقع کی مناسبت سے حضرت خواجہ میروی کے حکمت سے بھرپور اقوال، ان کی مجالس کے روح پرور واقعات، اور ان کی تعلیمات کے خلاصے شامل کیے ہیں۔ یہ انداز اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ خواجہ میروی کی شخصیت اور تعلیمات کا اثر اس قدر گہرا اور ہمہ گیر تھا کہ ان کے تذکرے کے بغیر خطے کی روحانی تاریخ کا بیان ادھورا تصور کیا جاتا تھا۔

اس مجموعے کی اصل قدر و قیمت اس کے اسی کثیر الجہتی پہلو میں پوشیدہ ہے۔ یہ ہمیں نہ صرف بیر بل شریف اور میرا شریف کے بزرگوں کی حیات و خدمات سے روشناس کراتی ہے، بلکہ یہ حضرت خواجہ میروی کی روحانی عظمت، جلالتِ شان اور بصیرت افروز تعلیمات پر ایک بیرونی اور ہم عصر گواہی بھی فراہم کرتی ہے۔ اس کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ میروی کا فیض صرف ان کے اپنے مریدین و خلفاء تک محدود نہ تھا، بلکہ دیگر خانقاہوں کے اہل علم و نظر بھی ان کی شخصیت کو ایک مینارِ نور اور ان کی تعلیمات کو مشعلِ راہ سمجھتے تھے۔

لہذا، یہ مجموعہ محض ایک خاندانی تذکرہ نہیں، بلکہ ایک ایسا قیمتی مرقع ہے جس میں تاریخ، روحانیت اور حکمت و معرفت کے کئی رنگ نہایت خوبصورتی سے یکجا ہو گئے ہیں، اور حضرت خواجہ احمد میروی کے ذکر نے اس کی اہمیت اور افادیت کو ہمیشہ کے لیے امر کر دیا ہے۔

2.4 ضیاء الکوکب الدری

ضیاء الکوکب الدری جس کا اردو ترجمہ "روشن ستارے کی چمک" ہے، بیسویں صدی کے عظیم روحانی پیشوا حضرت پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: 1344ھ) کے احوال حیات اور ملفوظاتِ عالیہ پر مشتمل ایک نہایت جامع اور مستند مجموعہ ہے۔ یہ کتاب حضرت پیر صاحب کی نورانی شخصیت کی عکاسی کرتی ہے اور ان کی تعلیمات اور روحانی فیضان کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے کا ایک اہم ذریعہ بن گئی ہے۔ اس بیش قیمت علمی و روحانی ورثے کو مرتب کرنے کا شرف حافظ سید حسن علی شاہ گیلانی کو حاصل ہوا، جو حضرت پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کے قریبی خلیفہ اور مرید تھے۔

اس کتاب کا ایک منفرد پہلو اس کا دوسرا نام نور خوارق حیدری ہے۔ ضیاء الکوکب الدری جہاں حضرت پیر صاحب کی علمی و روحانی عظمت کو اجاگر کرتا ہے، وہیں نور خوارق حیدری ان کی روحانی طاقت، معجزات اور کرامات کا تذکرہ کرتا ہے۔ یہ دونوں نام مل کر اس کتاب کی جامعیت کو ظاہر کرتے ہیں، جہاں حضرت پیر صاحب کے بلند پایہ اخلاق اور حکمت سے بھرپور ارشادات ایک طرف موجود ہیں، تو دوسری طرف ان کی روحانی ولایت اور کرامات کے اثرات کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

ضیاء الکوکب الدری دو اہم حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ احوالِ حیات ہے، جس میں مرتب نے حضرت پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کی ذاتی زندگی، عبادات، ریاضات، روزمرہ کے معمولات اور آپ کی زندگی کے اہم ترین واقعات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ حصہ حضرت پیر صاحب کی روحانی سیرت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور قاری کو ان کے سالکانہ سفر اور مریدین کے لیے مشعلِ راہ فراہم کرتا ہے۔

دوسرا حصہ ملفوظاتِ عالیہ ہے، جو کتاب کا مرکزی اور روحانی حصہ ہے۔ اس حصے میں حضرت پیر صاحب کی مجالس میں دی گئی تعلیمات، مریدین کے سوالات کے جوابات اور مختلف دینی، اصلاحی اور روحانی موضوعات پر آپ کی بصیرت سے بھرپور تعلیمات کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ ملفوظات حضرت پیر صاحب کی گہری بصیرت، قرآن و سنت پر آپ کی مضبوط گرفت اور شریعت و طریقت کی جامعیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان میں موجود حکمت اور نصیحتیں آج بھی روحانی ترقی کے خواہشمند افراد کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

یہ عظیم الشان مجموعہ 1395ھ میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم و نظر تک پہنچا، اور اس کی اشاعت نے حضرت پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کی شخصیت اور تعلیمات کو ایک نئی زندگی بخشی۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے قاری پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت پیر صاحب کی شخصیت کس قدر پُرکشش اور آپ کی تعلیمات کس قدر پُر تاثیر تھیں۔ ضیاء الکوکب الدری آج بھی سالکینِ طریقت کے لیے روحانی تربیت کا ایک اہم وسیلہ اور محققین کے لیے حضرت پیر صاحب کی حیات و خدمات کو سمجھنے کا ایک بنیادی ماخذ ہے۔

اس کتاب کی اشاعت نے نہ صرف حضرت پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کے اثرات کو پھیلایا بلکہ ان کی تعلیمات کو ایک مستند طریقے سے محفوظ کرنے کا کام کیا۔ یہ مجموعہ نہ صرف ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، بلکہ اس میں موجود ہر ملفوظ اور نصیحت روحانی زندگی میں بہتری کے لیے ایک عملی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ حضرت پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کی تعلیمات کی سادگی اور روحانیت کی گہرائی نے نہ صرف ان کے مریدین کو متاثر کیا بلکہ یہ کتاب روحانیت کے متلاشی افراد کے لیے بھی ایک اہم ذریعہ ثابت ہوئی۔

ضیاء الکوکب الدری کا مطالعہ کرنے والے کو نہ صرف حضرت پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کی روحانیت کی گہرائیوں کا علم ہوتا ہے بلکہ اس کے ذریعے وہ ایک نئی روحانی روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس مجموعے کی اشاعت اور اس کے ذریعے حضرت پیر صاحب کے تعلیمات کا محفوظ ہونا ایک عظیم علمی و روحانی خدمت ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے مفید ثابت ہوگی۔

2.5 ملفوظات خواجہ اللہ بخش تونسوی

ملفوظات خواجہ اللہ بخش تونسوی کا یہ مجموعہ نہ صرف خواجہ اللہ بخش تونسوی کی روحانی بصیرت اور تعلیمات کو محفوظ کرتا ہے، بلکہ ان کے عہد کے روحانی ماحول اور ان کی شخصیت کی گہرائیوں کو بھی ہمارے سامنے لاتا ہے۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی کی تعلیمات میں روحانیت، حکمت، اور معاشرتی اصلاحات کا حسین امتزاج موجود ہے، جو آج بھی ان کی پیروی کرنے والوں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس مجموعے میں شامل خواجہ اللہ بخش تونسوی کی اہم تعلیمات، ان کے روحانی تجربات اور ان کی زندگی کے وہ لمحات شامل ہیں جو ایک گہری بصیرت کے حامل ہیں۔ ان کے ملفوظات نہ صرف ان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کے بارے میں روشنی ڈالتے ہیں بلکہ ان میں موجود پند و نصائح، جو انہوں نے اپنے مریدوں اور پیروکاروں کو دی تھیں، آج بھی افراد کی روحانی نشوونما اور اخلاقی اصلاح کے لیے اہم ہیں۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی نے اپنی زندگی میں جو اصول وضع کیے، وہ نہ صرف ان کے پیروکاروں بلکہ پورے معاشرتی نظام کے لیے ایک رہنمائی کا ذریعہ بنے۔

اس مجموعے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں خواجہ احمد میروی کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کے اثرات بھی جھلکتے ہیں۔ خواجہ میروی کی روحانیت اور ان کی بصیرت کا اثر خواجہ اللہ بخش تونسوی پر بھی تھا، اور یہ اثر ان کے ملفوظات میں واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے۔ خواجہ میروی کی تعلیمات کی سادگی اور گہرائی نے نہ صرف خواجہ اللہ بخش کی شخصیت کو متاثر کیا، بلکہ ان کی روحانی راہنمائی کو مزید پختہ اور مؤثر بنایا۔ خواجہ میروی کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کا اثر نہ صرف خواجہ اللہ بخش تونسوی کے ذاتی تجربات اور زندگی پر پڑا، بلکہ ان کے ملفوظات میں بھی خواجہ میروی کے فیضان کی جھلکیاں ملتی ہیں، جو برصغیر کے دینی حلقوں میں ان کے اثرات کو بڑھادیتی ہیں۔

سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کی تعلیمات کا یہ مجموعہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ یہ شخصیات نہ صرف اپنے مریدوں اور پیروکاروں پر گہرا اثر چھوڑتی تھیں بلکہ ان کے ملفوظات نے پورے دینی و روحانی منظر نامے میں ایک نئی روشنی پیدا کی۔ سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کی تعلیمات اور ان کی حکمت بھری باتیں ایک ایسی روشنی ہیں جو فرد کی روحانیت میں گہرائی پیدا کرتی ہیں اور معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

یہ مجموعہ خواجہ اللہ بخش تونسوی کے ملفوظات کا مطالعہ ہمیں نہ صرف ان کی شخصیت کی گہرائیوں کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے، بلکہ ان کے ذریعے ہمیں ایک روحانی سفر پر گامزن رہنے کی ترغیب بھی ملتی ہے۔ ان ملفوظات میں شامل ہر لفظ اور ہر عبارت ایک تجربہ ہے جو ہمارے سامنے آتا ہے، اور یہ تجربہ ہماری زندگی میں روحانیت کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی کی تعلیمات اور ان کے ملفوظات نے جہاں ایک طرف ان کے پیروکاروں کی زندگیوں کو بہتر بنایا، وہاں دوسری طرف ان کی تعلیمات آج بھی دین اسلام کی روشنی کو پھیلانے کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔

سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کی تعلیمات میں گہری روحانیت اور حکمت کی باتیں چھپی ہوئی ہیں، جو ہر دور میں انسانوں کے لیے ایک مشعل راہ کی طرح کام کرتی ہیں۔ خواجہ اللہ بخش تونسوی کی ملفوظات نہ صرف ان کی روحانی بصیرت کو اجاگر کرتی ہیں بلکہ ان کی تعلیمات کے اثرات آج بھی مسلمانوں کے دینی اور روحانی سفر کو ایک نئی راہ پر گامزن کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کا یہ مجموعہ ایک اہم دستاویز

ہے جو دینی، اخلاقی اور روحانی اقدار کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ، جو خود بھی تونسہ شریف کی عظیم خانقاہ کے چشم و چراغ اور حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے روحانی ورثے کے امین تھے، کے ملفوظات کا مجموعہ سلسلہ چشتیہ کے علمی و روحانی خزانے میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ یہ مجموعہ اس عظیم روایت کا تسلسل ہے جس نے برصغیر پاک و ہند میں لاکھوں لوگوں کے قلوب و اذہان کو منور کیا۔ یہ کتاب محض اقوال کا ذخیرہ نہیں، بلکہ یہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی روحانی بصیرت، ان کی حکمت سے لبریز گفتگو، اور ان کے دلنشین پند و نصائح کا ایک جامع مرقع ہے۔

2.6 سید جان احمد شاہ مجروح گیلانی

سلسلہ چشتیہ کے ایک اور بزرگ حضرت سید جان احمد شاہ مجروح گیلانی جو خواجہ اللہ بخش تونسوی کے مرید اور خلیفہ تھے اردو اور سرائیکی کے شاعر تھے ان کا دیوان بحر الغراق 1310ھ مطابق 1890ء میں تالیف ہوا اور 1919ء میں آگرہ سے شائع ہوا۔ ان کا مزار الہ آباد ضلع رحیم یار خان میں واقع ہے۔ ان کا سالانہ عرس ہر سال 27 رمضان المبارک کو تاریخی قصبہ اللہ آباد میں منایا جاتا ہے۔¹

2.6.1 مشمولات کی گہرائی و گیرائی

اس مجموعے میں شامل ملفوظات انسانی زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہیں، جن میں مندرجہ ذیل موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے:

روحانی بصیرت: اللہ تعالیٰ کی معرفت، سلوک کی منازل، نفس کی اصلاح، اور خالق و مخلوق کے مابین تعلق جیسے دقیق موضوعات کو انتہائی سادہ اور قابل فہم انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

حکمت بھری باتیں: روزمرہ زندگی کے معاملات میں شریعت و طریقت کی روشنی میں رہنمائی فراہم کی گئی ہے، جو ایک مسلمان کو دنیاوی امور اور روحانی تقاضوں میں توازن قائم کرنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔

پند و نصائح: آپ کی نصیحتیں محض رسمی وعظ نہیں، بلکہ ایک شفیق مربی اور روحانی معالج کے وہ نسخہ ہائے کیمیا ہیں جو دلوں کے زنگ کو دور کرتے اور روح کو پاکیزگی عطا کرتے ہیں۔

2.6.2 خواجہ میردی کے اثرات: دومراکز کارو روحانی سنگم

اس مجموعے کی ایک نہایت اہم اور قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عظیم چشتی بزرگ حضرت خواجہ احمد میردی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور تعلیمات کے گہرے اثرات نمایاں طور پر ملتے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت خواجہ میردی کارو روحانی فیضان اور علمی قد کاٹھ صرف ان کے اپنے حلقہ ارادت تک محدود نہ تھا، بلکہ ان کے ہم عصر بزرگ اور دیگر عظیم روحانی مراکز کے مشائخ بھی آپ کی شخصیت کو انتہائی قدر و منزلت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس مجموعے میں خواجہ میردی کا تذکرہ اس دور کے دینی حلقوں میں موجود باہمی احترام، علمی روابط اور فکری ہم آہنگی کی ایک روشن دلیل ہے۔

2.7 ملفوظات وارشادات خواجہ شمس الدین سیالوی خواجہ شمس الدین سیالوی

خواجہ شمس الدین سیالوی کے ملفوظات کا دائرہ کار صرف روایتی تصوف تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ اس عہد کے سماجی اور ادبی شعور کا ایک مکمل مرقع ہے۔ ان کے ملفوظات میں ادب اور محبت دو ایسے ستون ہیں جن پر ان کی پوری تعلیمات کی عمارت کھڑی ہے۔ ان کے ارشادات میں عربی ادبیات کی گہری چھاپ نظر آتی ہے، اور وہ دورانِ گفتگو قرآن کریم کی آیات سے استدلال کرنے کے بعد فارسی اشعار کا

سہارا لیتے تھے جو ان کے اعلیٰ ادبی ذوق کی دلیل ہے۔ ان کے ملفوظات میں سماع (قوالی) کے حوالے سے جو بحثیں ملتی ہیں وہ فقہی اور صوفیانہ ادب کا بہترین نمونہ ہیں، جہاں وہ سماع کے جواز کے ساتھ ساتھ اس کی کڑی شرائط بھی بیان کرتے ہیں تاکہ شریعت کا پاس رہے اور ادب کا دامن نہ چھوٹے۔ ان کے ملفوظات میں ایک جگہ شیخ اور مرید کے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے انتہائی ادبی پیرائے میں فرماتے ہیں،

"مرید کو چاہیے کہ وہ شیخ کے سامنے ایسے رہے جیسے مردہ غسل کے ہاتھ میں ہوتا ہے، کیونکہ اپنی رائے کو فنا کیے بغیر فیض کا دروازہ نہیں کھلتا۔ جس طرح سورج کے سامنے چراغ کی روشنی مان پڑ جاتی ہے، اسی طرح شیخ کامل کی صحبت میں اپنی ہستی کو مٹا دینا ہی کمال ہے۔"²

سیال شریف سے جاری ہونے والے ان ملفوظات نے پنجابی اور فارسی کے مشترکہ ادبی کلچر کو بھی فروغ دیا، کیونکہ خواجہ سیالوی اکثر مقامی لوگوں سے ان کی زبان میں بھی کلام کرتے تھے جس سے ایک عوامی ادبی زبان وجود میں آئی۔ ان کے ملفوظات میں جابجا ایسے حکیمانہ جملے ملتے ہیں جو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، جیسے کہ "دل کا رنگ ذکر سے دور ہوتا ہے اور روح کی غذا محبوب کی یاد ہے۔" ان تحریروں نے بعد میں آنے والے نثری ادب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔³

2.8 مولانا خدابخش جراح صابر تونسوی

مولانا خدابخش جراح صابر تونسوی تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں فارسی اور عربی زبان کے جید عالم تھے۔ انھوں نے مقامی زبانوں کے ذریعے شعروں میں فارسی زبان سکھانے کے لیے 1212ھ میں ایک عظیم الشان کتاب "نصاب ضروری" کے عنوان سے تصنیف کی۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم رہا کہ یہ کتاب لاہور اور دہلی سے شائع ہوئی اور اب بھی متداول ہے۔۔۔۔۔ یہ کتاب فارسی زبان سیکھنے کے لیے انمول کتاب ہے یہ سرائیکی زبان کے ذریعے شعروں میں فارسی سکھانے کے لیے لکھی گئی۔ اس میں 2400 فارسی الفاظ دیئے گئے ہیں۔⁴

2.9 ملفوظات عالیہ خواجہ محمد علی کھڑوی

خواجہ محمد علی کھڑوی کے ملفوظات، سلسلہ چشتیہ سلیمانہ کے ادبی سرمائے میں ایک منفرد عقلی دبستان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ چونکہ وہ منطق اور فلسفہ کے ماہر تھے، اس لیے ان کے ملفوظات میں جذباتی گفتگو کے بجائے استدلالی انداز غالب ہے۔ انہوں نے تصوف کی مشکل ترین گتھیوں کو سلجھانے کے لیے مثال کا اسلوب اپنایا، جو کہ ایک مشکل ادبی فن ہے۔ وہ پیچیدہ روحانی حقائق کو روزمرہ زندگی کی سادہ مثالوں سے واضح کرتے تھے، جس سے ان کی گفتگو میں ایک خاص قسم کی سہل ممتنع (ایسی سادگی جس میں گہرائی ہو) پیدا ہو جاتی تھی۔ ان کے ملفوظات میں علم اور عمل کے باہمی تعلق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ایک مقام پر علم کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"علم ایک لگام ہے جو نفس کے سرکش گھوڑے کو قابو میں رکھتی ہے۔ جس طرح بنجر زمین بارش کے بغیر سرسبز نہیں ہو سکتی، اسی طرح انسان کا دل علم نافع کے بغیر ہدایت کا پھل نہیں دے سکتا۔ جاہل عابد شیطان کا کھلونا ہے، جبکہ عالم باعمل شیطان کے لیے لوہے کا چنار ہے۔"⁵

خواجہ کھڑوی کے ملفوظات اس لیے بھی اہمیت کے حامل ہیں کہ انہوں نے وحدت الوجود جیسے فلسفیانہ موضوع کو عوامی زبان میں بیان کر کے اسے خواص کے حلقے سے نکال کر عوام تک پہنچایا۔ ان کی تحریروں میں منطقی ترتیب اور دلائل کی پختگی قاری کو قائل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ ملفوظات اس بات کا ثبوت ہیں کہ خانقاہ کھڑ شریف میں منقولات (قرآن و حدیث) کے ساتھ ساتھ معقولات (فلسفہ و منطق) کا بھی ایک عظیم الشان امتزاج موجود تھا۔⁶

2.10 مولوی احمد یار تونسوی اور "قصہ یوسف زلیخا"

مولوی احمد یار تونسوی نے "قصہ یوسف زلیخا" لکھا۔ سجاد حیدر لکھتے ہیں: مولوی احمد یار تونسوی بستی جندو میرانی تحصیل تونسہ شریف کے بلوچ تھے۔ (مولوی عبد الحکیم اچوی) کے بعد ان کا قصہ سرائیکی کا دوسرا مکمل اور اہم قصہ ہے۔⁷

2.11 کرامات الصالحین از مولانا نظام الدین اندھڑ

مولانا نظام الدین اندھڑ کی کتاب کرامات الصالحین کو اگر سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کی روزنامہ نویسی کا اولین نمونہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ ادبی اور تاریخی اعتبار سے یہ کتاب اس لیے منفرد ہے کہ مصنف نے اسے واقعہ نگاری کے انداز میں لکھا ہے۔ انہوں نے محض اقوال جمع نہیں کیے بلکہ یہ بھی بیان کیا کہ فلاں بات کس موقع پر، کس جگہ اور کس کیفیت میں کہی گئی تھی، جو کہ جدید سوانح نگاری کا ایک اہم اصول ہے۔ اس کتاب کے ذریعے ہمیں انیسویں صدی کے دیہی پنجاب، وہاں کے رسوم و رواج، لوگوں کے مسائل اور خانقاہی نظام کے سماجی کردار کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا نظام الدین کا اسلوب تحریر سادہ اور بے ساختہ ہے، جس میں کسی قسم کی بناوٹ یا مبالغہ آرائی نہیں ملتی۔ انہوں نے اپنے مرشد کے تربیتی پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے،

"حضرت (خواجہ سلیمان) فرمایا کرتے تھے کہ مخلوق خدا کی خدمت، تسبیح کے ہزار دانوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کے دکھ میں شریک نہیں ہوتا، وہ خدا کے قرب کی امید کیسے رکھ سکتا ہے؟ فقیر کا کمال یہ ہے کہ وہ سب کا بوجھ اٹھائے مگر اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالے۔"⁸

یہ کتاب اس لحاظ سے بھی ایک ادبی دستاویز ہے کہ اس میں اس دور کے صوفیاء کے مابین ہونے والے خط و کتابت اور پیغامات کا ذکر بھی ملتا ہے، جس سے اس عہد کے مراسلاتی ادب کی جھلکیاں سامنے آتی ہیں۔ مولانا نظام الدین نے چھوٹی چھوٹی جزئیات کو محفوظ کر کے آنے والے مورخین اور ادیبوں کے لیے تحقیق کے دروازے کھول دیے۔⁹

خیر شاہ اور ان کے دوہے

اس دور میں اس خطے کا ایک اور عظیم شاعر پیدا ہوا۔ جو خانقاہ سلیمانیہ سے وابستہ تھا۔ جس نے دوہے لکھنے میں اپنا نام روشن کیا۔ وہ ہے خیر شاہ، خیر شاہ 1814ء کو پیدا ہوا اور 1904ء میں وفات پائی۔ ڈاکٹر طاہر تونسوی اس کے کلام کو جمع کر کے منضہ شہود پر لائے۔¹⁰

2.12 مکتوبات و علمی نگارشات حافظ سید محمد علی خیر آبادی

حافظ سید محمد علی خیر آبادی کے علمی اور ادبی کام کا جائزہ لیا جائے تو وہ اپنے ہم عصر تمام خلفاء سے مختلف نظر آتے ہیں۔ ان کا تعلق مکتب خیر آباد سے تھا جو اپنی مشکل پسند علمی زبان اور دقیق منطقی اصطلاحات کے لیے مشہور تھا، لیکن حافظ صاحب نے خانقاہ سلیمانیہ کے رنگ میں ڈھل کر اس مشکل زبان کو تصوف کی چاشنی عطا کی۔ ان کے مکتوبات (خطوط) عربی اور فارسی ادب کا عالی شان نمونہ ہیں، جن میں بلاغت اور فصاحت اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ وہ اپنے خطوط میں محض خیریت دریافت نہیں کرتے تھے بلکہ دینی اور فلسفیانہ مسائل پر سیر حاصل بحث کرتے تھے۔ ان کی تحریروں کا مرکزی موضوع توحید ذاتی اور فنا و بقا رہا ہے۔ اپنے ایک مکتوب میں وجود باری تعالیٰ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"حقیقی وجود صرف اسی ذات واجب الوجود کا ہے، باقی تمام کائنات محض سایہ اور پر تو ہے۔ جو شخص سائے کو اصل سمجھتا ہے وہ نادان ہے۔ عارف وہ ہے جو مظاہر کی کثرت میں الجھنے کے بجائے اصل حقیقت (ذات حق) پر اپنی نظر جمائے

رکھے۔" ¹¹

حافظ خیر آبادی کی تحریروں نے سلسلہ چشتیہ میں علم کلام کو دوبارہ زندہ کیا۔ ان کے علمی اسلوب نے ثابت کیا کہ ایک صوفی کے لیے صرف ذکر و اذکار کافی نہیں بلکہ اسے اپنے عقائد کے دفاع کے لیے علمی دلائل سے لیس ہونا بھی ضروری ہے۔ ان کی یہ علمی نگارشات آج بھی مدارس اور خانقاہوں میں علمی حوالے کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ ¹²

2.13 محمد نغزی پشاوری

محمد نغزی نخجندی پشاور اکبر پور کا باشندہ تھا۔ مولوی محمد عمر ملغانی کا شاگرد تھا اور خانقاہ سلیمانیہ سے وابستہ تھا۔ بہت بڑے پائے کا منجم اور عدیم المثال شاعر تھا۔ نغزی تخلص کرتا تھا۔ عین عالم شباب میں راہی ملک بقا ہوا۔ موت نے مہلت نہ دی، ورنہ آسمان شہرت پر ستارہ بن کر چمکتا۔ اب بھی اس کا کلام شہادت دیتا ہے کہ وہ بلند پروازی میں متقدمین قصیدہ گو انوری اور خاقانی سے کسی صورت کم نہیں۔ ¹³

2.14 تالیف مرآۃ العاشقین از میاں نجم الدین نانگہ

میاں نجم الدین نانگہ کی مرتب کردہ مرآۃ العاشقین نہ صرف سوانحی ادب کا شاہکار ہے بلکہ یہ ملفوظاتی تدوین کے فن کا بھی بہترین نمونہ ہے۔ میاں نجم الدین نے اس کتاب کو جس ترتیب اور سلیقے سے ابواب میں تقسیم کیا ہے، وہ ان کی تصنیفی مہارت کو ظاہر کرتا ہے۔ انہوں نے کتاب کو محض واقعات کا پلندہ نہیں بنایا بلکہ اسے ایک تربیتی نصاب کی شکل دی ہے، تاکہ قاری قدم بہ قدم سلوک کی منزلیں طے کر سکے۔ کتاب کی زبان کلاسیکی فارسی ہے جس میں سلاست اور روانی ہے۔ انہوں نے ہر باب کے آغاز میں مناسب اشعار اور قرآن کی آیات درج کی ہیں جو متن کی خوبصورتی میں اضافہ کرتی ہیں۔ کتاب کے دیباچے میں وہ اپنے کام کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

"میں نے ان اقوال زریں کو اس لیے قید تحریر میں لایا ہوں کہ الفاظ معانی کے برتن ہیں، اور اگر برتن ٹوٹ جائیں تو معانی ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب ان لوگوں کے لیے چراغِ راہ ہے جو ظلمتِ کدہ دنیا میں حق کا راستہ تلاش کر رہے ہیں۔" ¹⁴

میاں نجم الدین نے اس کتاب میں خواجہ تونسوی کے وہ اقوال بھی محفوظ کیے ہیں جو فارسی ادب اور تصوف کی اصطلاحات کی تشریح کرتے ہیں۔ ان کی یہ کاوش اس لیے انتہائی اہم ہے کہ انہوں نے ایک زبانی روایت کو تحریری ورثے میں تبدیل کر کے اسے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ یہ کتاب آج بھی تحقیق کرنے والوں کے لیے ایک بنیادی حوالہ ہے۔ ¹⁵

مختصر یہ کہ سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کے خلفاء کا یہ ملفوظاتی ادب محض عقیدت کا اظہار یا روایتی پیری مریدی کی داستان نہیں ہے، بلکہ یہ انیسویں اور بیسویں صدی کے برصغیر کی سماجی، دینی اور ادبی تاریخ کا ایک مستند ترین ماخذ ہے۔ ان ملفوظات کا تقابلی جائزہ لینے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ خانقاہ سلیمانیہ کے فیض یافتگان نے علم کے فروغ کے لیے کوئی ایک مخصوص راستہ اختیار نہیں کیا، بلکہ ہر خلیفہ نے اپنے مزاج اور صلاحیت کے مطابق علم و ادب کی آبیاری کی۔ اگر خواجہ شمس الدین سیالوی اور میاں نجم الدین کے ہاں فارسی ادب اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ غالب نظر آتا ہے، تو دوسری طرف خواجہ محمد علی کھٹڈوی اور حافظ خیر آبادی کے ہاں منطق، فلسفہ اور عقلی استدلال کا ایک مضبوط نظام دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح مولانا نظام الدین اور دیگر خلفاء نے واقعہ نگاری اور روزنامہ نویسی کے ذریعے اس عہد کی تہذیب و معاشرت کو محفوظ کیا۔ ان تمام بزرگانِ دین کی مشترکہ کاوشوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملفوظاتی ادب، جو پہلے صرف ذاتی ڈائریوں تک محدود تھا، ایک منظم فن اور علمی دستاویز کی صورت اختیار کر گیا۔ ان مجموعوں نے نہ صرف اردو اور فارسی نثری ادب کے دامن کو وسیع کیا بلکہ خطے کے عوام

کو توہمات کے اندھیروں سے نکال کر کتاب اور دلیل کے ساتھ جوڑ دیا، اور یہی اس سلسلے کا وہ عظیم علمی کارنامہ ہے جس کے اثرات آج بھی ہماری دینی اور علمی فضا میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

2.15 مولانا احمد بخش صادق (قرآن کا سرائیکی ترجمہ اور امام احمد رضا خان سے رابطہ)

مدرسہ محمودیہ کے ایک مدرس مولانا احمد بخش صادق جو خواجہ اللہ بخش تونسوی کے مرید تھے۔ انھوں نے قرآن مجید کا ترجمہ سرائیکی زبان میں کیا۔ آپ نے عربی زبان میں ایک قصیدہ لکھ کر اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی کی خدمت میں بھیجا اور استدعا کی کہ اپنے قصیدہ کا پہلا شعر اپنے ہاتھ سے تحریر فرمادیں۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی نے آپ کے کلام کی اصلاح کی اور آپ کی خواہش کی تکمیل کی۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ارضا الجواد الکرم آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید کا سرائیکی میں ترجمہ کیا۔¹⁶

2.16 گل محمد چشتی کی تصانیف

گل محمد چشتی جو آپ کے مریدین میں سے تھے۔ انھوں نے فارسی میں شیخ المومنین، گلزار فریدی تحریر کی۔ سرائیکی میں تصوف نامہ، وصیت نامہ، دھوبی نامہ، قصہ لیلیٰ مجنوں تحریر کیا۔ پروفیسر سجاد حیدر پرویز سرائیکی زبان و ادب کی مختصر تاریخ میں لکھتے ہیں:

"زبان کی سلاست، حلاوت، روانی، تشبیہات کی سادگی و پرکاری اور تخیل کی پختگی قابل تعریف ہے۔ عام طور پر ان کی سرائیکی زبان پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ سرائیکی کی علمی ادبی زبان کو عوامی سطح پر لے آئے مگر دیکھا جائے تو کسی شاعر کا عوامی زبان میں لکھنا لسانی معراج ہے۔ اردو میں ہمارے سامنے نظیر اکبر آبادی اس کی ایک مثال ہیں۔"¹⁷

2.17 سرائیکی کا پہلا منظوم سفر نامہ حج "کوہ غم"

فقیر محمد عارف ولد محمد عثمان جو خواجہ شاہ سلیمان تونسوی کا مرید تھانے سرائیکی اور اردو زبان کے دو سفر نامے، حج کے بارے میں لکھے جو سرائیکی اور اردو دونوں زبانوں کے حج کے پہلے سفر نامے ہیں۔ پروفیسر سجاد سرائیکی زبان و ادب کی مختصر تاریخ میں لکھتے ہیں:

لال سونہار (بہاولپور) کے شمال مغرب میں واقع بستی بونگار مضان کے باسی فقیر محمد عارف کا سفر نامہ درس مقدس "کوہ غم" کے نام سے سرائیکی کا پہلا منظوم سفر نامہ ہے۔"¹⁸

3. ملفوظاتِ چشت کا مجموعی ورثہ: ایک فکری اور روحانی جائزہ

ملفوظاتِ چشتیہ کے اس عظیم مجموعے کا مطالعہ کے بعد حاصل یہ سامنے آتا ہے:

3.1 ایک مشترکہ روحانی دھارا

مذکورہ بالا تمام مجموعہ ہائے ملفوظات، خواہ وہ بشارت الابرار ہو، فیضانِ میروی ہو، یا خواجہ اللہ بخش تونسوی کے ارشادات ہوں، ان سب کا انفرادی مطالعہ اپنی جگہ، لیکن جب انہیں یکجا کر کے دیکھا جائے تو سلسلہ چشتیہ کی تعلیمات کا ایک عظیم اور مربوط فکری نظام ہمارے سامنے آتا ہے۔ یہ تمام بزرگ ایک ہی روحانی چشمے سے سیراب تھے اور ان سب کی تعلیمات کا مقصد ایک ہی تھا: انسان کا رشتہ اس کے خالق سے جوڑنا اور ایک صالح معاشرے کی تشکیل کرنا۔

3.2 شخصیت و تعلیمات کے گہرے نقوش

ان بزرگوں کی شخصیت اور تعلیمات نے نہ صرف ان کے براہ راست پیروکاروں اور مریدین کی زندگیوں میں ایک روحانی انقلاب برپا کیا، بلکہ ان کے ملفوظات نے برصغیر کی مجموعی دینی اور روحانی فضا میں ایک نئی روشنی اور توانائی پیدا کی۔ انہوں نے تصوف کی حقیقی روح کو اجاگر کیا، جو شریعت کی پاسداری، خدمتِ خلق، اور اخلاقِ حسنہ پر مبنی ہے۔

3.3 الفاظ سے بڑھ کر ایک تجربہ

ان مجموعوں میں شامل ہر لفظ اور ہر عبارت محض ایک تحریر نہیں، بلکہ یہ ایک مکمل تجربہ، ایک کیفیت اور ایک حال کی صورت میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ ان ملفوظات کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری خود کو اس بزرگ کی مجلس میں موجود محسوس کرتا ہے، جہاں علم و حکمت کے موتی بکھر رہے ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ صاحبِ ملفوظ کی روحانی طاقت کے آئینہ دار ہیں، جو آج بھی پڑھنے والے کے دل پر براہ راست اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تصانیف محض تاریخی دستاویز نہیں، بلکہ آج بھی روحانی سفر پر گامزن ہر سالک کے لیے ایک زندہ رہنما اور مشعلِ راہ ہیں۔ یہ ہمیں اپنے باطن میں جھانکنے، اپنی اصلاح کرنے اور اپنے روحانی سفر کو ثابت قدمی سے جاری رکھنے کی ترغیب اور حوصلہ عطا کرتی ہیں۔

4. خلاصہ البحث

چشتیہ سلسلے کے مختلف بزرگوں کے ملفوظات میں ان کی روحانی بصیرت اور دینی تعلیمات کا خزانہ محفوظ ہے۔ ان میں سے بشارت الابرار اور فیضانِ میروی جیسے مجموعے خواجہ احمد میروی کی تعلیمات اور اثرات کی عکاسی کرتے ہیں، جو نہ صرف ان کے مریدین کے لیے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی اہم رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ گلدستہ نصیریہ میں خواجہ میروی کی روحانی شان کو بیان کیا گیا ہے جبکہ ضیاء الکوکب الدرری میں پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی کی حکمت اور تعلیمات کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ، "ملفوظات خواجہ اللہ بخش تونسوی" میں خواجہ میروی کے اثرات کے تحت خواجہ اللہ بخش کی روحانی بصیرت اور حکمت بھری باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان مجموعوں کا مطالعہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کے ملفوظات نے دینی، روحانی، اور اخلاقی دنیا میں نئی روشنی پیدا کی اور ان کی تعلیمات آج بھی انسانوں کی رہنمائی کر رہی ہیں۔

نتائج مقالہ

مقالہ ہذا کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1. سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ میں نامور صوفی عالم بزرگ گزرے ہیں، جنہوں نے سالکین کے لیے علمی مجموعہ ملفوظات کی

صورت میں پیش کیا، جو ہمارے پاس ان کی لازوال علمی میراث ہے۔

2. مقالے سے یہ نتیجہ بھی سامنے آتا ہے کہ بشارت الابرار، فیضانِ میروی، گلدستہ نصیریہ مع انوارِ فخریہ، ضیاء الکوکب

الدرری اور ملفوظاتِ خواجہ اللہ بخش تونسوی جیسے مجموعے سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کی علمی و روحانی میراث کو محفوظ کرنے

میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کتب کے ذریعے اکابرِ سلسلہ کی تعلیمات، روحانی تجربات اور اصلاحی فکر آنے

والی نسلوں تک منتقل ہوئی۔

3. اس تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کے بزرگوں کی تعلیمات صرف خانقاہی زندگی تک محدود نہیں تھیں، بلکہ ان میں معاشرتی اصلاح، اخلاقی تربیت اور عملی زندگی کی رہنمائی بھی شامل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان ملفوظات نے نہ صرف مریدین و سالکین کو متاثر کیا بلکہ عام مسلمانوں کے دینی و اخلاقی شعور پر بھی گہرا اثر ڈالا۔
4. مقالے کے مطالعے سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ مختلف ملفوظاتی مجموعے ایک دوسرے سے فکری اور روحانی طور پر مربوط ہیں۔ خواجہ احمد میروی، خواجہ اللہ بخش تونسوی، پیر سید حیدر علی شاہ گیلانی اور دیگر اکابر کی تعلیمات میں ایک مشترک روحانی دھارا محسوس ہوتا ہے، جس کا بنیادی مقصد انسان کو خدا سے جوڑنا، اخلاق کو سنوارنا اور معاشرے کو صالح بنیادوں پر استوار کرنا ہے۔
5. مجموعی طور پر یہ مقالہ اس نتیجے تک پہنچاتا ہے کہ سلسلہ چشتیہ سلیمانیہ کا ملفوظاتی ادب دینی، ادبی، تاریخی اور تہذیبی مطالعے کے لیے نہایت قیمتی سرمایہ ہے۔ یہ ادب آج بھی روحانی تربیت، اخلاقی اصلاح اور انسانی کردار سازی کے لیے مؤثر رہنمائی فراہم کرتا ہے، اس لیے اس کی تدوین، تحقیق اور اشاعت وقت کی اہم علمی ضرورت ہے۔

مصادر و مراجع

- 1 ہلم، غلام اصغر، "خواجہ سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء کی علمی و ادبی خدمات"، سہ ماہی قدیل سلیمان 17 (جنوری تا مارچ 2018)، ص 20-21
Hallah, Ghulām Asghar, "Khwāja Sulaymān Tūnsawī aur un ke Khulafā kī ‘Ilmī wa Adabī Khidmāt," Seh Māhī Qandīl-e Sulaymān 17 (January to March 2018), pp. 20–21.
- 2 شاہ، محمد امیر، انوار شمس (لاہور: مکتبہ نوریہ رضویہ، 1980)، ص 62
Shāh, Muḥammad Amīr, Anwār-e Shamsiyyah (Lahore: Maktabah Nūriyyah Razaviyyah, 1980), p. 62.
- 3 نظامی، خلیق احمد، تاریخ مشائخ چشت، جلد پنجم (دہلی: ادارہ ادبیات دلی، 1984)، ص 315
Nizāmī, Khalīq Aḥmad, Tārīkh-e Mashāyikh-e Chisht, vol. 5 (Delhi: Idārah-e Adabiyyāt-e Dihlī, 1984), p. 315.
- 4 ہلم، غلام اصغر، "خواجہ سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء کی علمی و ادبی خدمات"، سہ ماہی قدیل سلیمان 17 (جنوری تا مارچ 2018)، ص 18-19
Hallah, Ghulām Asghar, "Khwāja Sulaymān Tūnsawī aur un ke Khulafā kī ‘Ilmī wa Adabī Khidmāt," Seh Māhī Qandīl-e Sulaymān 17 (January to March 2018), pp. 18–19.
- 5 حسنی، سید عبدالحی، نزہۃ الخواطر، جلد ہفتم (بیروت: دار ابن حزم، 1999)، ص 403
Ḥasanī, Sayyid ‘Abd al-Ḥayy, Nuzhat al-Khawāṭir, vol. 7 (Beirut: Dār Ibn Ḥazm, 1999), p. 403.
- 6 حسن، منشی غلام، تذکرہ خواجہ سلیمان، مترجم احسن الحق (لاہور: الفیصل ناشران، 2005)، ص 122
Ḥasan, Munshī Ghulām, Tazkirah Khwāja Sulaymān, trans. Aḥsan al-Ḥaq (Lahore: al-Faisal Nāshirān, 2005), p. 122.
- 7 ہلم، غلام اصغر، "خواجہ سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء کی علمی و ادبی خدمات"، سہ ماہی قدیل سلیمان 17 (جنوری تا مارچ 2018)، ص 16
Hallah, Ghulām Asghar, "Khwāja Sulaymān Tūnsawī aur un ke Khulafā kī ‘Ilmī wa Adabī Khidmāt," Seh Māhī

Qandīl-e Sulaymān 17 (January to March 2018), p. 16.

8 اندھڑ، نظام الدین، کرامات الصالحین، مترجم محمد اسلم (تونسہ شریف: مکتبہ سلیمانیہ، 1990)، ص 58

Andhar, Nizām al-Dīn, Karāmāt al-Ṣāliḥīn, trans. Muḥammad Aslam (Taunsa Sharif: Maktabah Sulaymāniyyah, 1990), p. 58.

9 احمد، افتخار، پنجاب میں چشتیہ سلسلہ کی علمی خدمات (لاہور: پاکستان ریسرچ سوسائٹی، 2010)، ص 92

Aḥmad, Iftikhār, Punjab mein Chishtiyyah Silsilah kī ‘Ilmī Khidmāt (Lahore: Pakistan Research Society, 2010), p. 92.

10 ہلہ، غلام اصغر، "خواجہ سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء کی علمی و ادبی خدمات،" سہ ماہی قندیل سلیمان 17 (جنوری تا مارچ 2018)، ص 16

Hallah, Ghulām Asghar, "Khwāja Sulaymān Tūnsawī aur un ke Khulafā kī ‘Ilmī wa Adabī Khidmāt," Seh Māhī Qandīl-e Sulaymān 17 (January to March 2018), p. 16.

11 علی، رحمان، تذکرہ علمائے ہند (لکھنؤ: نول کشور پریس، 1914)، ص 415

Alī, Raḥmān, Tazkirah ‘Ulamā’-e Hind (Lucknow: Nawal Kishore Press, 1914), p. 415.

12 خان، غلام مصطفیٰ، فارسی ادب کی تاریخ، جلد سوم (کراچی: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، 1978)، ص 208

Khān, Ghulām Muṣṭafā, Fārsī Adab kī Tārīkh, vol. 3 (Karachi: Pakistan Historical Society, 1978), p. 208.

13 ہلہ، غلام اصغر، "خواجہ سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء کی علمی و ادبی خدمات،" سہ ماہی قندیل سلیمان 17 (جنوری تا مارچ 2018)، ص 17-18

Hallah, Ghulām Asghar, "Khwāja Sulaymān Tūnsawī aur un ke Khulafā kī ‘Ilmī wa Adabī Khidmāt," Seh Māhī Qandīl-e Sulaymān 17 (January to March 2018), pp. 17–18.

14 نانگہ، نجم الدین، مرآۃ العاشقین (لاہور: شبیر برادرز، 2000)، ص 15

Nāngah, Najm al-Dīn, Mir’āt al-‘Āshiqīn (Lahore: Shabbīr Brothers, 2000), p. 15.

15 قدوسی، اعجاز الحق، تذکرہ صوفیائے پنجاب (کراچی: قمر پریس، 1962)، ص 342

Quddūsī, I’jāz al-Ḥaq, Tazkirah Ṣūfiyā’-e Punjab (Karachi: Qamar Press, 1962), p. 342

16 ہلہ، غلام اصغر، "خواجہ سلیمان تونسوی اور ان کے خلفاء کی علمی و ادبی خدمات،" سہ ماہی قندیل سلیمان 17 (جنوری تا مارچ 2018)، ص 18

Hallah, Ghulām Asghar, "Khwāja Sulaymān Tūnsawī aur un ke Khulafā kī ‘Ilmī wa Adabī Khidmāt," Seh Māhī Qandīl-e Sulaymān 17 (January to March 2018), p. 18.

17 ایضاً، ص 15-16

Ibid

18 ایضاً، ص 16

Ibid